OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0181, PP: 445-465

ڈاکٹر ٹسڈل کی تالیف (مآخذ القرآن) میں قرآنی مباحث کا تحقیقی مطالعہ

Research Study of Qurānic discussions in "Ma'khadh al Qurān" Written by Dr. Tisdull

Published: 01-06-2022
Accepted: 15-05-2022
Received: 31-12-2021

Muhammad Luqman Khan
Ph.D scholar, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur
Email: mluqmankhan15@gmail.com
https://orcid.org/0000-0001-5605-9413

Dr. Muhammad IkramUllah
Associate Professor, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur
Email: drmikramullah@gmail.com
https://orcid.org/0000-0001-5719-0229

Dr. Muhammad Kamran
Lecturer of Islamic Studies, Bacha Khan University Charsadda
Email: kamran57574@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-2325-3452

Abstract

This article comprises on research study of Dr. Tisdull opinion about Quran and Islam which is mentioned in his books named "The Original Source of the Quran". In this book he declared that the Holy Quran stolen from previous Books and invention of the Muhammad (ﷺ) and he discussed about the sources of the Quran which is non-inspired and islam is influenced by ancient Arabic custom. In this article few objections mentioned of Dr. Tisdull regarding Quran while we presented the satisfactory answer of Tisdull suspicious in the light of authentic Islamic Sources. Especially compilation of the Quran, Quran is the compilation of the Muhammad, Quran is the derived from Bible, Muhammd did not acquaint the people of Arab with the teaching of Touheed. and we discussed a critical review of the story of Gharaniq. Suspicious expressed by Tisdull about the history of Maryam، We addressed this topic with the comparison study of Bible and some Christian scholar's words Quoting.

***Keywords**: Tisdull, Qurān, Suspicious, review.*

CC BY

ڈاکٹر ٹسڈل کا مختصر تعارف:

ڈاکٹر ٹسڈل ایک برطانوی پادری، ماہر لسانیات، تاریخ دان اور ماہر لسانیات تھے جنہوں نے اصفہان، فارس میں چرچ آف انگلینڈ کے مشنری سوسائٹی کے سیکٹری کے طور پر خدمات انجام دی۔ علامہ ٹسڈل نے مشرقی وسطی کے متعدد زبانوں بشمول عربی پر عبور رکھتا تھا اور انہوں نے اصل زبانوں میں قرآن اور اسلامی کے مآخذ پر تحقیق کرنے میں زیادہ وقت صرف کیا، انہوں نے فارسی، ہندوستانی، پنجابی اور گجراتی زبانوں کے لئے گرائمر بھی لکھا ہیں۔ گجراتی گرائمر کے لئے انہوں نے تین بڑ اقسام کی تعریف کی۔ ٹسڈل کی پیدائش 1859ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات 1928 کو ہوئی۔[1]

کلنٹن بینیٹ نے ڈاکٹر ٹسڈل کا شمار روایتی پسند عیسائی میں کیا ہے جو مسلم اور عیسائی کشمکش کو برقرار رکھنا چاہتا ہے اور کتاب ہذا اس بات کا کھلم ثبوت ہے۔ اور متعصب عیسائیوں کے ہاں علامہ ٹسڈل کی تالیف مآخذ القرآن کو بائبل ثانی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں علامہ ٹسڈل نے قرآن مجید کو الہامی کتاب ماننے سے انکار کیا ہے اور اس کو کتب سابقہ کا سرقہ کہا ہے۔[2]

مآخذ القرآن کا مختصر تعارف اور تجزیاتی مطالعہ

مآخذ القرآن ڈاکٹر ٹسڈل کی تالیف ہے اس کتاب کو 1905 میں سوسائٹی فار پروموٹنگ کرسچن نالج ,لندن نے اردو زبان میں پبلش کیا ہے۔اور یہ کتاب 6 ابواب پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب میں ٹسڈل نے قرآن مجید پر بہت زیادہ اعتراضات اور شبہات کئے ہیں کہ قرآن مجید منزل من اللہ نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ کی تالیف کردہ کتاب ہے اور بائبل اور جاہلیت عرب کے رسومات سے ماخوذ ہے۔ مآخذ القرآن ایک ایسی کتاب ہے جو نہ صرف معاندین کے لئے اسلام اور قرآن پر اعتراضات کا مآخذ ہے بلکہ ہر ایک مطالعہ کرنے والے کے ذہن میں شکوک و شبہات اور اوہام پیدا کرتی ہیں۔ ڈاکٹر ٹسڈل نے اپنی کتاب میں کوئی نئی بات پیش نہیں کی بلکہ عیسائی مصنفین کے انہیں خیالات اور شبہات کو دہرایا ہے جن کا علمی حلقوں کی طرف سے مدلل جوابات دیئے جا چکے ہیں، بلکہ ٹسڈل نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا ہے کہ ان قدیم اعتراضات کو ایک نئے انداز میں جمع کردیا ہیں اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے زیادہ تر ضعیف روایات سے استدلال کیا ہے جن کو علم درایت میں اسرائیلیات اور خرافات کہا جاتا ہیں۔ اور اسی طرح اپنی کتاب میں قصص الانبیاء اور عرایس المجالس جیسی غیر معتبر کتابوں کی روایات پیش کی ہیں اور ان روایات کو معتبر روایات سمجھ لیا ہے، اور علامہ ٹسڈل کی علمیت کا یہ مقام ہے کہ وہ لفظ احمد کے یہ معنی بیان کرتے ہے" بہت تعریف کیا گیا"۔[3] حالانکہ لفظ احمد فاعل ہے مفعول نہیں جس کے معنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے کے ہے، علامہ ٹسڈل کی عربی زبان سے اسی ناواقفیت کی وجہ سے وہ قرآنی آیات کے الفاظ کے اصل مفہوم سے واقف نہیں ہوسکے۔ علامہ ٹسڈل نے بھی مستشرقین کی طرح روش اختیار کرتے ہوئے جہاں کہیں قرآن مجید اور بائبل کی تعلیمات میں تھوڑی بہت مماثلت پائی تو اس تعلیم اور واقعہ کو بائبل سے سرقہ قرار دیا اور جہاں قرآن مجید ایسے واقعات ذکر ہوئے ہیں جس کو سابقہ کتب میں نہیں پاتے تو اس کو محمد ﷺ کی ایجاد اور اختراع قرار دیتے ہیں۔ اور اسی طرح مآخذ القرآن میں ٹسڈل کے اقوال میں بہت زیادہ تضادات بھی پائے جاتے ہے جیسے "مزعومہ صحیح اناجیل کا عربی میں ترجمہ نہیں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ نے نصرانیت کی خاص تعلیم کو نہیں دیکھا تھا"۔[4] لیکن دوسری طرف مروجہ عیسائیت کے بعض خیالات سے مطابقت نظر آتی ہے تو لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ مضمون انجیل کے فلاں فلاں باب سے لیا ہے مثلا ماخوذات از عہد نامہ جدید کے باب میں لکھتا ہے "مگر بایں ہمہ قرآن اور احادیث میں عہد نامہ جدید کے بعض مقامات سے استفادہ کیا گیا ہے"[5]

ماٰخذ القرآن میں قرآنی مباحث کا تحقیقی مطالعہ

حفاظت قرآن اور ترتیب قرآن پر ٹسڈل کا اعتراض

علامہ ٹسڈل لکھتا ہے کہ:

قرآن مجید کی سورتوں کی موجودہ ترتیب کسی اصول یا کسی طریقے پر قائم نہیں کی گئی اور مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام ہے اور اور اس کے موضوعات کسی دوسرے مذاہب یا کتابوں سے نہیں لئے گئے ہے ہم مسلمانوں کی اس بات کی تصدیق کرنے سے قاصر ہے۔مزید لکھتا ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ایک سال بعد پہلی مرتبہ ایک جگہ جمع کیا گیا ہے اور یہ خدمت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم پر زید ابن ثابت نے سر انجام دی تھی انہوں نے دو سال کی عرصے میں قرآن کی تمام سورتیں جمع کرلیں اور ہر سورۃ کو علیحدہ علیحدہ لکھ دیا۔اس امر کے باور کرنے کے وجوہ ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی موجودہ ترتیب اسی زمانہ سے چلی آتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ترتیب کسی اصول یا طریقے پر قائم کی گئی تھی۔[6]

درج بالا اقتباس میں قرآن مجید کے متعلق دو شبہات کا اظہار کیا گیا ہیں.

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب آپ ﷺ کے زمانے میں موجود نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ کی وصال کے دو سال بعد ترتیب دی گئی ہے۔

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کسی اُصول اور طریقے پر قائم نہیں ہے۔ان دو سوالات کا تحقیقی جائزہ ذیل میں پیش کیا جائے گا۔

عہد نبوی میں حفاظت قرآن بذریعہ حفظ: قرآن مجید تمام الہامی کتابوں میں وہ مقدس کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ اللہ پاک نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

"اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ "[7]

"بے شک ہم نے اس قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہے"

یعنی ہم اس قرآن کی اس طرح حفاظت کرنے والے ہے کہ ہر وہ چیز جو قرآن کا حصہ نہیں ہے اس میں داخل نہیں سکتا اور اس میں جو چیزیں احکام، حدود، قصاص وغیرہ کے احکامات ہیں اس قرآن سے نکل نہیں سکتے۔[8]

"اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ"[9]

"بے شک اس قرآن کو جمع کرنا اور اسے پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے"

"سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى"[10]

جس وقت وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ اپنے دل میں قرآن پڑھا کرتے تھے اس ڈر کی وجہ سے کہیں بھول نہ جائے تو اللہ پاک نے تسلی دی۔[11]

"ہم آپ ﷺ کو پڑھوادیں گے کہ آپ اس کو نہیں بھولیں گے"

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب وہی ہے جو آپ ﷺ کو جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعے سکھائی گئی ہے اور اسی ترتیب پر آپ ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرمایا کرتے تھے جیسے بخاری شریف کی ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

"أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ -كَانَ يُعَارِضُ النَّبِيَّ ﷺ بِالْقُرآنِ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ

فِیْهِ عَارَضَهُ مَرَّتَیْنِ"[12]

جبرائیل امین علیہ السلام ہر سال آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی ترتیب جس کو "ترتیب توقیفی" کہا جاتا ہے قرآن مجید کو حفظ کیا کرتے تھے اور احادیث میں بہت سے صحابہ کرام کا ذکر ملتا ہے جن کو پورا قرآن مجید یاد تھا جیسے عبد اللہ ابن مسعود، سالم بن معقل، ابی ابن کعب، رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ ھم۔[13]

بعض صحابہ کرام ایسے تھے جن کے حافظے پر آپ ﷺ کو بہت زیادہ اعتماد تھا اور ان سے براہ راست قرآن مجید اخذ کرنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا جیسے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہے میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے "چار اشخاص سے قرآن مجید حاصل کرو یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سام، معاذ اور ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔[14]

اسی طرح بخاری شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے عہد میں کن لوگوں نے قرآن مجید جمع کیا تھا تو انہوں نے فرمایا؛ چار لوگوں نے قرآن مجید جمع کیا ہیں اور وہ سب کے سب انصاری تھے ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید"[15]

عہد نبوی میں حفاظت قرآن بذریعہ کتابت

عہد نبوی میں قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ ﷺ کسی صحابی کو ہدایت فرمادیتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے تو اس طرح قرآن مجید کی ساری ترتیب حضور ﷺ کی نگرانی اور ہدات کی روشنی میں ترتیب دی گئی[16]۔ اور اس وقت کاغذ کے کمیاب ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کا زیادہ تر حصہ پتھر کی سلوں، کھجور کی شاخوں، درخت کے پتوں، بانس کے ٹکروں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا اور بہت کم کاغذ کے ٹکڑوں پر بھی قرآن مجید کو لکھا گیا۔[17]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں انہوں نے کتابت قرآن کے طریقہ کار کو بیان کیا ہے:

" كنت اكتب الوحى لرسول الله صل الله عليه وسلم وكان اذا نزل عليه الوحى اخذته برجآء شديدة وعرقا مثل الجمان ثم سرى عنه فكنت ادخل عليه بقطعة الكتف او كسوة فاكتب وهو يملى على فلما افرغ حتى تكاد رجلى تنكسر من نقل القرآن حتى اقول لاامشى على ارجلى ابدا فاذا فرغت قال اقرا فاقرءه فان كان فيه سقظ اقامه ثم اخرج به الى الناس "۔[18]

"میں رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی کی کتابت کیا کرتا تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تھی اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کے طرح ڈھلکنے لگتے تھے، پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تھی تو میں مونڈے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز کا ٹکڑا) لے کر خدمت میں حاضر ہوتا آپ ﷺ لکھواتے

رہتے اور میں لکھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کی بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے، اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا بہر حال جب میں فارغ ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے پڑھو میں پڑھ کر سناتا اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی اصلاح فرمادیتے تھے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے تھے"

غرض عہد نبوی میں قرآن کا ایک نسخہ وہ تھا جو آپ ﷺ کی نگرانی اور ہدایت میں لکھوایا گیا تھا اگرچہ وہ کتابی شکل میں نہیں تھا بلکہ مختلف پارچوں کی شکل میں تھا اور بعض صحابہ کرام نے بھی اپنے طور پر قرآن مجید کی آیات اپنی یاداشت کے لئے لکھی ہوئی تھیں اور یہ سلسلہ ابتداء اسلام سے جاری وساری تھا اور جس کی گواہی اور شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت الخطاب اور ان کے شوہر سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ملتی ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے گھر ان کے مسلمان ہونے کی خبر سننے کی وجہ سے بڑے غصہ میں داخل ہوئے تو ان کے سامنے ایک صحیفہ پڑا ہوا دیکھا جس پر سورہ طٰہٰ کی آیات درج تھیں اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان کو پڑھا رہے تھے[19]۔ اور اس کے علاوہ بخاری کی ایک حدیث بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے جس میں آپ ﷺ نے قرآن مجید کو ساتھ لے کر دشمن کی سرزمین میں سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔[20]

عہد صدیقی میں تدوین قرآن کی وجہ اور اس کا طریقہ کار اور شرائط

عہد صدیقی میں تدوین قرآن کا مقصد کتابت قرآن کا نہ تھا بلکہ ایک ایسا نسخہ مرتب کرنا تھا جو مستند ہو اور سرکار کی نگرانی میں لکھا جائے اور بلاد وامصار میں رائج کیا جائے تاکہ وہ سب لوگوں کے لئے متفقہ طور پہ قبول ہو ورنہ تقریبا اکثر صحابہ کے پاس اپنا لکھا ہوا نسخہ موجود ہوتا تھا جس سے وہ قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہوتے تھے اور قرآن کو زبانی یاد بھی کیا کرتے تھے جنگ یمامہ کے بعد جس میں تقربیا 700 یا اس سے زیادہ صحابہ کرام شہید ہو گئے تھے۔[21] اور ان میں سے ایک وہ صحابی بھی تھے جن کا م سالمؓ ہے جن کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ ان سے قرآن لیا یعنی آپ ﷺ نے ان سے قرآن مجید حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔[22] چنانچہ حضرت عمرؓ کے مشورے سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہی کیا جس کے حالات متقاضی تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس پر خوش اور راضی تھے اگر وحی کا سلسلہ جاری نہ ہوتا تو یہ کام عہد نبوی میں بھی ہو چکا ہوتا وحی کے جاری رہنے کی وجہ سے یہ کام نہیں ہو سکا کیونکہ آپ ﷺ کو علم نہیں ہوتا تھا کہ آئندہ کون سی آیات نازل ہونے والی ہیں غرض دور نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو بین الدفتین جمع نہیں کیا گیا، انقطاع وحی کے بعد اس کام کی تکمیل حضرات شیخینؓ کے ہاتھوں سے کروائی گئی۔

تدوین قرآن کا یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ اور زید بن ثابتؓ سے کہا:

"اقعد علی باب المسجد فمن جآء کا بشاھدین علی شیئ من کتا ب اللہ فاکتباہ"[23]

مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں جو آدمی کتاب اللہ کا حصہ دو گواہوں کی موجودگی میں لے کر آئے تو وہ حصہ لکھ لیا کرو۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ کل چار گواہ پیش کئے جائیں دو گواہ حفظ کے لئے اور دو گواہ کتابت کے لئے۔[24] اور جمہور کی دلیل ابو داؤد کی یہ روایت ہے:

قدعمر ؛ فقال من كان تلقى من رسول الله شيئا من القرآن فليات به ، وكانو يكتبون ذلك في الصحف والالواح والعسب ، وكانو لايقبل من احد شيئا حتى يشهد شهيدان [25]

عمرؓ نے کہا جس نے رسول ﷺ سے قرآن کا جو حصہ سن کر یاد کر لیا ہو وہ پیش کریں اور لوگ قرآن کی آیات کو صحیفوں، تختیوں اور کھجور کی باریک ٹہنیوں پر لکھا کرتے تھے اور جب تک دو گواہ گواہی اور شہادت نہ دیتے تب تک آپ کسی کی بھی پیش کردہ آیت کو قبول نہیں کرتے تھے۔

علامہ سیوطیؒ نے امام سخاویؒ کا قول نقل کیا ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو گواہوں سے اس بات کی گواہی لی جاتی تھی کہ یہ آیت انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے لکھی تھی۔[26]

اگرچہ ان تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا شمار حفاظ میں ہوتا تھا[27] اگر یہ لوگ چاہتے تو اپنی حفظ اور یاداشت کی بنیاد پر ایک نسخہ لکھ دیتے اور حضرت عمرؓ خلیفہ وقت ہونے کی حیثیت سے حکم فرمادیتے کہ آئندہ سے اسی نسخہ کو سرکاری حیثیت حاصل ہے اور اسی نسخہ کے مطابق قرآن کی تلاوت کی جائے لیکن انہوں نے اجماع امت منعقد کرنے کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ باقاعدہ تدوین قرآن کے لئے یہ اصول اور طریقہ کار کو اپنایا تاکہ کسی کے لئے اعتراض کرنے کا راستہ ہموار نہ ہو جائے تو ایسا ہی ہوا اور کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا اور اس کام کی تکمیل میں تقریباً ایک سال کا عرصہ لگا۔

درج بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے قرآن مجید کی تدوین آپ ﷺ کی حیات میں مکمل ہوئی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مختلف پارچوں، ٹکڑوں، کھجور کی شاخوں اور ہڈیوں سے لے کر ایک مصحف کی شکل میں اس کو جمع کیا گیا۔

اس شبہ کا ازالہ کہ قرآن مجید آپ ﷺ کی تصنیف ہے۔

علامہ ٹسڈل لکھتا ہے کہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ:

> اسلام کا ماخذ اور سرچشمہ خود اللہ تعالی ہے اور اسلام کا کوئی حصہ بالواسطہ یا بلاواسطہ سابقہ الہامی یا دیگر مذاہب سے نہیں لیا گیا ہے اور قرآن اس لئے نازل ہوا تھا کہ وہ سابقہ الہامی کتابوں کی تصدیق کرے اسلام کا یہ دعوی ہے کہ قرآن مجید اصلی اور بلا تحریف الہامی کتابوں کے موافق ہے مصنف کہتے ہے کہ ہم مسلمانوں کی اس دعوی کی تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن کے اخلاقیات، اس کا نظریہ اور تاریخی واقعات اور بہت سی دوسری باتیں ایسی ہے جس میں ہم ہرگز شبہ نہیں کر سکتے کہ وہ خود محمد ﷺ کی تصنیف کردہ کتاب ہے اس کے ساتھ یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے وہ خیالات، وہ اقوال اور وہ بیانات جو محمد ﷺ نے اپنے مذہب میں داخل کئے وہ کہاں سے لئے گئے؟[28]

علامہ ٹسڈل کے درج بالا اقتباس میں دو شبہات کا ذکر کیا گیا ہے:

1. قرآن مجید آپ ﷺ کی تصنیف کردہ کتاب ہے۔
2. قرآن مجید بائبل سے ماخوذ ہے۔

قرآنی استدلالات

"وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ"[29]

"اور اے (نبی) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست شک میں مبتلا ہوتے"

اگر آپ ﷺ پڑھنے والے یا لکھنے والے ہوتے تو یہود شک میں پڑھ جاتے اور کہتے کہ ہم نے تورات میں پڑھا تھا جو نبی آنے والے ہے وہ توامی ہونگے لکھ پڑھ نہیں سکے گے۔[30]

قرآن مجید کافروں کو چیلنج کرتا ہے کہ اس جیسی ایک سورت لے آؤ:

"وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ"[31]

"اور اگر (اے کافرو) تم اس کتاب میں شک کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم بھی اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور بلالو اپنے دوستوں کو اللہ کے مقابلے میں اگر تم سچے ہو، پس اگر تم نہ کرسکے اور ہر گز نہ کر سکوگے تو پھر ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے"

یعنی اہل عرب سے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن جو محمد ﷺ لے کے آئے ہے جو تمہاری لغت اور اس زبان میں ہے جو تم میں رائج ہے اس جیسی ایک سورت تو لے کے آؤ۔[32]

اگر اس قرآن جیسے ایک سورت بھی وہ لوگ لے کے آجاتے تو قرآن کے اس دعوے کو باطل ثابت کر سکتے تھے لیکن وہ لوگ ایسا نہیں کر سکے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید محمد کی تصنیف نہیں ہے بلکہ وحی الہی ہے۔

عقلی استدلالات: اہل مکہ جب آپ کی نبوت سے تنگ آ گئے اور انہوں نے ہر قسم کی مخالفت شروع کر دی اور وہ جانتے تھے کہ محمد عربی ﷺ امی ہے لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تو انہوں نے آپ ﷺ پر الزام لگایا کہ قرآن کریم آپ کو ایک عجمی آدمی نے سکھایا ہے تو اس صورت میں لازم ہوتا قرآن کا انکار کرنے والے اس عجمی آدمی کو لوگوں کے سامنے لے آتے تو وہ اقرار کردیتا کہ میں نے محمد ﷺ کو قرآن سکھایا ہے تو آپ ﷺ کی دعوت کا اصل پتہ لوگوں کو چل جاتا اور آپ کی نبوت کا ابطال ہو جاتا دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی باتیں لوگوں میں مشہور اور متداول ہوتھیں تو لوگ اعتراض کر سکتے تھے کہ آپ ہمیں وہ باتیں سکھاتے ہے جن کا ہمیں پہلے سے پتہ ہے لیکن ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔[33]

مولانا تقی عثمانی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:

"قرآن مجید نے ان اہل عرب کو چیلنج کیا جو عربی شعر وادب، خطابت، فصاحت و بلاغت کے شہسوار تھے ان کے نشر واشاعت کا ذریعہ شعر وادب تھا اور ان کو اپنے فصیح اور بلیغ ہونے پر اتنا ناز تھا اپنے علاوہ تمام لوگوں کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے ان سے کہا گیا کہ اس قرآن کی نظیر تم پیش نہیں کر سکتے اور یہ دعوی اس آدمی کی طرف سے تھا جس نے کبھی بھی وقت کے شعراء اور ادباء سے فیض حاصل نہیں کیا، جن نے مشاعرے کی محفلوں میں کبھی ایک شعر بھی نہیں پڑھا تھا جس نے نہ خود شعر کہتے تھے اور نہ ہی کسی کے اشعار ان کو یاد تھے اور اس ذات کو میدان فصاحت کے سورما ایک نئے دین کا بانی کہا کرتے تھے اور ان کو یہ بھی خطرہ تھا اگر یہ اعلان سچا ثابت ہو جائے تو ان کی پرانی رسوم وروایات کا جنازہ نکل جائے گا اور ان کا مذہب ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا غرض ان کی غیرت کو للکارا گیا تھا جس کا جواب دیئے بغیر کسی بھی غیور عرب کے لئے آرام سے بیٹھنا ممکن نہیں تھا لیکن اس چیلنج کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔"[34]

اس شبہ کا ازالہ کہ قرآن مجید بائبل سے ماخوذ ہے سب سے پہلے مصنف پر لازم تھا کہ وہ ان مقامات کی تشہیر کرتے جو قرآن مجید نے بائبل یا دیگر کتب عیسائیت ویہودیت سے اخذ کئے ہے اور کتاب میں یہ بتانے کی زحمت بھی نہیں کی گئی کہ

آپ ﷺ کے زمانے میں عبرانی بائبل کا عربی زبان میں کوئی ترجمہ موجود تھا اور آپ ﷺ کے زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں کا عربی میں موجود مواد کا ذکر بھی نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وہ کون سا یہودی ربی تھا جن سے آپ ﷺ نے یہ چیزیں سیکھی ہے صرف قیاس آرائیوں پر مبنی تجزیہ مصنف نے پیش کیا ہے۔

جہاں تک قرآن مجید کا دیگر کتب سے ماخوذ ہونے کی بات ہے تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے ایسے مسائل، مضامین اور پیشن گوئیاں اور واقعات بیان ہوئی ہیں جن کا بائبل میں ذکر تک نہیں ہے جیسے وضو، نماز، حج، زکوۃ، اعتکاف، رومیوں کی فتح، فتح مکہ کی خبر، یہودیوں کی تمنائے موت، قرآن کریم کی حفاظت[35] ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کے واقعات، فرعون کی بیوی کا ایمان لانے کا قصہ، عیسی علیہ السلام کا ماں کی گود میں باتیں کرنے کا واقعہ، عیسی کے حواریین پر مائدہ کے نازل ہونے کا واقعہ اسی طرح عیسی علیہ السلام کے قتل کرنے اور ان کے مصلوب ہونے کا واقعہ اور یہ بیان کہ بنی اسرائیل کے لئے گوسالہ سامری نے بنایا تھا نہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان واقعات کا اہل کتاب کے ہاں کوئی کوئی وجود نہیں پایا جاتا اگر قرآن مجید بائبل سے ماخوذ ہے تو یہ واقعات محمد ﷺ نے کہاں سے لئے ہیں اور ان کا ماخذ کیا ہے اور ان واقعات کو بیان کرنے میں بہت محمد ﷺ سے بہت خطا ہو جاتی۔[36] اگر معترض بائبل سے ان مسائل واقعات کو بیان کرنے سے قاصر ہے تو پھر تسلیم کرنا چاہئے جس اللہ نے مخبر صادق ﷺ کو یہ احکامات، واقعات اور مضامین بتائے ہے اسی اللہ نے باقی سارا قرآن اور دین بھی نازل فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں تورات کے بعض قوانین کا مذکور ہونے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرآن مجید بائبل سے ماخوذ ہے اگر صرف اسی وجہ سے قرآن مجید کو بائبل کی کاپی کہا جاتا ہے تو یہ اطلاق پھر عہد نامہ جدید پھر بھی ہوتا ہے کہ اس نے کثرت سے عہد نامہ قدیم کی باتوں دہرائی ہے، جس طرح عہد نامہ جدید غیر الہامی نہیں ہو سکتا اسی طرح قرآن مجید بھی غیر الہامی نہیں ہوسکتا، فی الحقیقت یہ اس بات کی گواہی ہے کہ کہ تمام کتب کا منبع وحی ہے، قرآن مجید بابنگ دہل یہ اعلان کرتا ہے کہ اس نے کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں کی بلکہ یہ اسی ہدایت کا تسلسل ہے جس کا ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی اور ان کے بعد جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ان سب کا تعلق اسی ہدایت ربانی سے تھا جیسا کہ قرآن مجید میں صاف طور پر اس ہدایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"[37]

"اللہ تعالی نے آدم سے فرمایا تم زمین میں اتر جاؤ پس جب میری طرف سے ہدایت آئے، تو جس نے اس ہدایت کی پیروی کی تو اس کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا"

قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے جیسے:

" اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝"[38]

"ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے جیسے نوح اور اس کے بعد انبیاء کی طرف وحی بھیجی تھی، اور ہم نے وحی بھیجی تھی ابراہم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی ذریت کی طرف، اور ہم نے وحی بھیجی تھی ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کیا تھا، اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال اس

سے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں، اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور موسی سے اللہ نے خاص طور پر کلام فرمایا"

فرانس کے ایک محقق ڈاکٹر موریس بکائے اپنی کتاب "قرآن بائبل اور سائنس" میں لکھتا ہے:

"قرآن نے جن سائنسی پہلوؤں پر خصوصی بحث کی ہے وہ میرے لئے بطور خاص حیرت انگیز ہے کیونکہ قرآن کے یہ بیانات پوری طرح جدید سائنسی نظریات کے عین مطابق ہے، میں نے کسی قسم کا پیشگی فیصلہ صادر کئے بغیر ان متون کا معروضی انداز سے مطالعہ کیا ہے مجھے اس بات کا اعتراف ہے جوانی میں مجھے اسلام کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ان کا اثر میں نے قبول کیا تھا۔ اس وقت لوگ اسلام کی بجائے محمدیون پر گفتگو کیا کرتے تھے صرف یہ بتانے کے لئے کہ اس مذہب کی کوئی وقعت نہیں ہے میں بھی اسلام کے بارے میں ان غلط خیالات میں دوسرے لوگوں کی طرح الجھا ہوا تھا میرا نصب العین قرآن مجید کا مطالعہ کرنا تھا چنانچہ میں نے مختلف قوامیس اور حواشی کا سہارا لے کر ایک ایک آیت کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا یہ حقیقت میرے لئے بطور خاص چونکا دینے والی تھی کہ قرآن نے مظاہر کائنات کے بارے میں ایسے دقیق اشارے کئے ہیں جن کی تائید کائنات کے بارے میں جدید سائنسی تصورات سے ہوتی ہے اس کے بعد میں نے مسلم دانشوروں کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا جو قرآن کے سائنسی پہلوں سے متعلق تھیں تورات میں ہم کو نمایاں طور پر سائنسی غلطیاں ملتی ہیں مگر قرآن میں اس قسم کی کوئی غلطی نہیں ملتی اس لئے میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ قرآن کا مصنف اگر کوئی انسان ہوتا وہ ایسی باتیں کیسے لکھ سکتا تھا جو دور جدید کی سائنسی تحقیقات کی رو سے بالکل درست ہیں اور یہ بات ممکن ہی نہیں نزول قرآن کے زمانے میں کسی انسان کی معلومات ہزار سال بعد ہماری علمی سطح سے زیادہ وسیع اور جدید تر ہوں، واقعہ یہ ہے کہ مختلف موضوعات پر قرآنی اشارے حیرت انگیز حد تک سائنسی پہلو رکھتے ہیں، بچہ کی نشوونما کے مختلف مراحل کو لیجئے قرآن اس کے جو مراحل بیان کرتا ہے ان کا علم الجنین کے جدید سائنسی انکشافات سے موازنہ کرکے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآنی آیتیں اور جدید دریافتیں کسی حد تک اپنے نتائج میں یکسانیت رکھتی ہیں"۔[39]

اس شبہ کا ازالہ کہ آپ ﷺ نے اہل عرب کو توحید سے روشناس نہیں کرایا۔ ٹسڈل لکھتا ہے کہ:

عربوں کو توحید سے محمد ﷺ نے روشناس نہیں کرایا کیونکہ لفظ اللہ کے تخصیص سے پتہ چلتا ہے کہ توحید کا تصور اہل عرب میں پہلے سے موجود تھا جیساکہ آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ تھا، خانہ کعبہ یعنی مکہ کا بڑا معبد عرصہ دراز سے بیت اللہ کے نام سے مشہور تھا اور اس کے ساتھ ساتھ زمانہ جاہلیت کے "المعلقات" جس میں لفظ اللہ کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔ اہل عرب میں قبل از اسلام خدا کا تصور موجود تھا اور مختلف قبائل اپنے ادنی درجہ کے بتوں کی پرستش اس خیال سے کرتے تھے کہ وہ اللہ کی درگاہ میں شفیع ہوں گے درج بالا دعوی کا استدال ایک واقعہ کے ذریعے کرتے ہوئے مصنف رقمطراز بعض مشہور مفسرین قرآن نے ایک قصہ بیان کیا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے ہے محمد ﷺ کے ساتھ عرب قبائل اللہ کی پرستش کرنے پر بہت جلد آمادہ ہو گئے تھے جس واقعہ میں آپ ﷺ نے مشرکین عرب کے بتوں کی تعریف کی تھی۔[40]

اس اقتباس میں درج ذیل شبہات کا ذکر کیا گیا ہے

اہل عرب کو توحید سے آپ ﷺ نے روشناس نہیں کرایا۔

قصہ غرانیق سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مشرکین عرب کے ساتھ بتوں کی عبادت کرنے پر سمجھوتہ کیا تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ اور توحید کا درس

دنیا میں کسی نبی اور رسول کو مبعوث کرنے اور اس پر کتاب نازل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ عالم میں جو فساد اور فطرت سلیمہ کے خلاف جو رواج لوگوں میں پا گئے ہو اس کو مٹایا جائے اور ان کی اصلاح کی جائے۔ اسلام کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ ایک نیا مذہب ہے بلکہ اسلام کا دعویٰ ہے کہ توحید فطرت پسندی ہے اور تمام انبیاء سابقین توحید پرست تھے اور ایک اللہ کی عبادت اور پرستش کی دعوت دیتے تھے ان انبیاء کے دنیا سے چلے جانے کے بعد معاشرہ رفتہ رفتہ توحید پرستی سے غافل ہوتا جاتا تھا اور ان کو توحید پر واپس لانے کے لئے اللہ تعالی انبیاء مبعوث کرتے رہتے تھے[41] اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپ ﷺ کی بعثت سرزمین عرب میں اس وقت ہوئی جس وقت عرب میں جہالت اور تاریکی نے احاطہ کیا ہوا تھا۔

آپ ﷺ کی بعثت سے تقریباً تین سو برس پہلے اہل عرب عمرو بن لحیی کی وجہ سے بت پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے اور اس میں سے ہر قبیلے نے اپنے لئے الگ الگ بت مقرر کیا تھا، بنی کلب نے "ود"، بنی ہذیل نے "سوا" مذحج نے "یعوث" ہمدان نے "یعوق" اور قوم حمیر نے سبا میں "نسر" نامی بت بنایا تھا اور یہی وہ بت نے جو قوم نوح میں تھے اور قریش نے بیت اللہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ ساتھ چھوٹے بڑے بہت سے بت رکھے ہوئے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اور کعبہ میں جو سب سے بڑا بت تھا اس کا نام "ہبل" تھا اور ان کے علاوہ بھی اہل عرب ان بتوں کی پرستش کیا کرتیں تھیں، جیسے لات، منات، ذوالخلصہ، ذوالکفین، ذوالشری، بھم، سعیر اور فلس۔ اور اہل عرب میں ایسے لوگ بھی تھے جو خالق، مر کر دوبارہ اٹھنے، روز قیامت کے منکر تھے طبع کو زندہ کرنے والا اور دہر کو فنا کرنے والا کہا کرتے تھے (ان کے عقائد ایسے تھے جیسے آج کے زمانہ میں دہریہ کے عقائد ہے)[42] قرآن مجید میں اس فرقہ کا رد بھی آیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

"وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ"[43]

"انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے، (دراصل) انہیں اس کا کچھ علم نہیں ہے یہ تو صرف قیاس اور اٹکل سے کام لے رہے ہیں"

اہل عرب میں ایسا فرقہ بھی تھا جو خالق کا تو قائل تھا لیکن بعثت اور اعادہ کا منکر تھا اس فرقے کے عقائد کا بھی قرآن مجید نے رد کیا ہے:

"أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ"[44]

"کیا پہلی بار کی تخلیق سے ہم عاجز تھے، بلکہ ایک نئی تخلیق کی طرف سے یہ لوگ شک میں پڑے ہوئے تھے"

اہل عرب میں ایک فریق ایسا تھا جو خالق، ابداء خلق اور کسی قدر اعادہ کا قائل تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ رسولوں کا منکر تھا اور بتوں کی عبادت اس عقیدے کے ساتھ کرتا تھا کہ یہ بت آخرت میں اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ قرآن کریم نے اس فرقے کے عقائد کی بھی تردید کی ہے جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

"مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ"[45]

"ہم ان (بتوں) کی عبادت اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں"

یہ فرقہ بتوں کے نام کی قربانی کیا کرے تھے بعض چیزوں کو حلال کرتے اور بعض کو حرام اپنے کھیتی کی آمدنی میں سے

بتوں کے لئے حصہ مقرر کرتے اور جانوروں میں سے کسی نر کو مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام مقرر کرتے قرآن مجید میں ان کے اس فعل پر بھی رد کیا گیا ہے جیسے :

"وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَاۗءُ بِزَعْمِهِمْ "[46]

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہے کچھ مویشی اور کھیت ہے جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں۔

اس کے علاوہ اہل عرب فرشتوں کے بارے میں یہ عقدیہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں جیسے قرآن میں مذکور ہے: [47]

"وَجَعَلُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا"[48]

"فرشتے جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں انہیں بیٹیاں قرار دیتے ہیں"

عیسائی عیسی علیہ السلام اور یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ"[49]

"یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے"

آپ ﷺ نے اہل عرب کو جس توحید کا درس دیا ہے اس میں شرک کی آمیزش نہیں تھی اور وہ خالص توحید کا درس تھا اگرچہ اہل عرب اللہ کے قائل تھے لیکن انہوں نے بہت سارے بت بھی بنائے ہوئے تھے صرف اللہ تعالی کے نام سے واقفیت اور اس کو معبود تسلیم کرنے کو توحید نہیں کہا جاسکتا بلکہ شرک جلی اور توحید مطلق میں انہیں کوئی امتیاز ہی محسوس نہیں ہوتا تھا جیسے اوپر بیان سے ظاہر ہوا ہے۔

قرآن کریم نے توحید کا ایسا تصور پیش کیا جو ہر قسم کے شرک کی آمیزش سے پاک ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ڏ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝"[50]

"(اے پیغمبر) کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہے، اور اس کے برابری کا کوئی بھی نہیں ہے:

آپ ﷺ نے اہل عرب کو ایسے توحید سے روشناس کیا جس میں تمام فرضی خداؤں سے نجات ہیں اور لوگوں کو ایسی ذات سے وابستہ کیا جو تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے اور انسان کو آزادی، عزت نفس اور بے خوفی عطا کردی اور اس کو صرف اللہ تعالی کی بندگی کرنے کا پابند بنادیا اور انسان کو دنیا میں نیابت کا اعلی مقام عطا کردیا اور انسان کا صرف اللہ کے سامنے جوابدہ ہونے کا تصور دیا۔[51]

قصہ غرانیق کا تنقیدی جائزہ

امام طبریؒ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب تاریخ الطبری میں ذکر کیا ہے۔ صحاح ستہ میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی امام احمد بن حنبلؒ نے اور نہ ہی کسی معتبر کسی اور حدیث کی کتاب میں اس واقعہ کا ذکر ملتا ہے۔ مستشرقین نے اس واقعہ کو صحیح سمجھ کر اس واقعہ کو اپنے ناکام عزائم کو ثابت کرنے کے لئے نقل کیا ہے اور یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہے کہ آپ ﷺ نے بت پرستی کے ساتھ سمجھوتہ کرلیا تھا۔

کیرن آئرم سٹرانگ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسلام کے بارے میں ان کا مؤقف نسبتا غیر جانبدار ہے جو اس

واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Muhammad had been longing for peace with the Quraysh; he knew how devoted they were to the goddesses and may have thought that if he could find a way of incorporating the gharaniq into his religion, they might look more kindly on his message. When he recited the rogue verses, it was his own desire talking — not Allah — and endorsement of the goddesses proved to be mistake. Like any other Arab, he naturally attributed his error to a Shaytan [52].

محمد کی خواہش تھی کہ قریش کے ساتھ صلح ہو سکتے اور قریش کا اپنے دیوتاؤں کے لئے پرجوش ہونے کا علم بھی ان کو تھا اور محمد کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ اگر وہ ان دیوتاؤں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کا کوئی راستہ نکال دے تو ہو سکتا ہے کہ قریش ان کے پیغام پر کھلے دل سے غور شروع کردے اور جب محمد نے ان شیطانی آیات کی تلاوت کی تو یہ ان کی اپنی خواہش کے مطابق تھی خدا کے خواہش یہ نہیں تھی اور غرانیق کی حمایت محمد کی ایک غلطی ثابت ہوئی، دوسرے عربوں کی طرح محمد نے بھی اپنی غلطی شیطان کی طرف منسوب کردی۔

واقعہ غرانیق میں آپ ﷺ کی طرف "تلک الغرانیق العلی" یہ جملہ منسوب کیا گیا ہے اور اس قصہ کو شہاب الدین قسطلانی نے اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں تین سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن ان میں سے کسی بھی سند کا سلسلہ آپ ﷺ تک نہیں پہنچتا اور اس قصہ میں وہ بیان کرتے ہے کہ یہ قصہ حبشہ تک پہنچ گیا اور وہاں پر جو مسلمان موجود تھے یعنی عثمان بن مظعون اور ان کے رفقاء تو ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی مشرکین عرب سارے کے سارے ایمان لاچکے ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور مکہ میں مسلمانوں کو امن حاصل ہو گیا ہے تو وہ لوگ بھی مکہ واپس آگئے۔ اس واقعہ کے متعلق قسطلانی نے مزید لکھا ہے کہ اس واقعہ کے متعلق بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ موضوع روایات پر مبنی ہے اور زنادقہ میں سے ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں ہے انہوں نے مزید کہا کہ اس واقعہ کی ایک اصل ہے اس کو ابن ابی حاتمؒ اور طبریؒ نے بھی روایت کیا ہے۔[53] مزید لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب بخاری میں اس یہ حدیث نقل کی ہے لیکن اس میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی تو آپ ﷺ کے ساتھ مسلمان، مشرکین، جن اور انس نے سجدہ کیا لیکن بخاری میں غرانیق والے الفاظ نہیں پائے جاتے۔[54] اور اس کے علاوہ بھی یہ حدیث بہت سے طرق سے روایت کی گئی ہے لیکن ان میں غرانیق کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ قسطلانی کی عبارت پر سر سید احمد خان کی رائے

سر سید احمد خان لکھتا ہے علامہ قسطلانی کا یہ کہنا کہ اس واقعہ کا متعدد طرق سے ثابت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس واقعہ کی کچھ اصلیت ہے اور جن تین سندوں کا آپ ﷺ تک سلسلہ نہیں پہنچتا صحیح تصور کرنے کے لائق ہے کیونکہ اس واقعہ کے متعدد سند موجود ہیں، سر سید احمد خان لکھتے ہیں کہ علامہ قسطلانی کا ئی بیان غلط ہے کیونکہ جو روایتیں اس واقعہ کے متعلق ہے جو روایتیں اس واقعہ کے متعلق قسطلانی نے بیان کئے ہے باہم مختلف ہیں اور وہ روایت مرسل جس کو مختلف لوگوں نے بیان کیا ہو مگر اس کی سند آپ ﷺ تک نہیں پہنچتی ہو ہرگز قابل قبول نہیں ہے جب تک اس کی تائید کے لئے کوئی مستند روایت موجود نہ ہو اور وہ روایت قرآن کے بھی مخالف نہ ہو تب قابل حجت ہے، لیکن جب کوئی روایت اوپر والی روایت کی طرح قرآن مجید کے احکامات کے برخلاف ہو اور آپ ﷺ کے ان تمام حالات اور تعلیمات کے خلاف ہو جو شرک مٹانے اور خدا واحد کی عبادت

کرنے سے متعلق ہو اور وہ روایت اسلام کے اصلی اُصول سے مطابقت نہ رکھتی ہو اور اس واقعہ کے الفاظ کہنے والے کا پتہ نہ ہو یعنی مشتبہ ہو تو وہ روایت عقل اور انصاف کی رو سے کس طرح ان قواعد میں داخل ہو سکتی ہے جس طرح صاحب مواہب لدنیہ نے کوشش کی ہے۔[55]

تاریخی اعتبار سے بھی ہمیں علم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تبلیغ خواہ وہ اعلانیہ ہو یا خفیہ ہو شرک کے رد اور توحید کے اثبات پر مشتمل تھی اور تاریخ اسلامی میں ہمیں ایسا بھی واقعہ نہیں ملتا جس میں آپ ﷺ نے اہل شرک یا اہل کتاب کے ساتھ شرک کے ساتھ سمجھوتہ کیا ہو۔

قصہ غرانیق کی کمزور سندیں

قصہ غرانیق کے بارے میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں بہت سے مفسرین نے یہ قصہ بیان کیا ہے لیکن اس حدیث کی تمام سندیں مرسل ہے اور اس کی کوئی صحیح سند ان کو دکھائی نہیں دی۔[56]

قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں لکھا ہے اس حدیث کو صحت کا التزام کرنے والے کسی بھی محدث نے نہیں لکھا اور نہ ہی اس حدیث کو کسی ثقہ اور معتبر راوی نے محفوظ کیا ہے اور نہ ہی بیان کیا ہے اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اس کے تمام راوی ضعیف تمام سندیں مضطرب اور الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس جیسی احادیث اور روایات کو بیان کرنے میں وہ مؤرخین اور مفسرین دلچسپی رکھتے ہے جو ہر عجیب و غریب روایت کو بیان کرنے کے ماہر اور عاشق ہے، جن مفسرین اور تابعین سے یہ قصہ منقول ہے ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو کسی بھی صحابی کی طرف منسوب نہیں کیا ان میں سے اکثر سندیں ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔[57]

اصل حقیقت یہ ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے ایک مجلس میں سورۃ النجم پڑھی اور اس سورت کے اختتام پر آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکین سب نے سجدہ کیا۔[58]

کیونکہ اس آیت کے اختتام پر سجدہ تلاوت بھی ہے اور اس سورت کی آخری آیات دل کو دہلانی والی ہیں جن کو سن کر انسان پر رعب اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے تو آن آیات کو سن کر مشرکین اس قدر بے بس ہوگئے کہ غیر ارادی طور پر اللہ کے سامنے سر بسجود ہوئے تو مسلمانوں کے ساتھ مشرکین نے بھی سجدہ کیا سوائے امیہ بن خلف کے جس نے سجدہ نہیں کیا۔[59]

جب مشرکین غیر اختیاری کیفیت کے نکل گئے تو ان کو اندازہ ہوگیا کہ قرآن مجید نے ہماری لگام کا رخ موڑ دیا تھا تو وہ اپنے اس عمل اور فعل پر بہت نادم ہوئے اور اپنی خفت مٹانے کے لئے کہنے لگے کہ ہم نے محمد ﷺ کے ساتھ سجدہ اس لئے کیا تھا کہ انہوں نے ہماری بتوں کی تعریف کی تھی۔[60]

اس شبہ کا ازالہ کہ قرآن مجید کی آیت وان منکم الا واردھا جس سے متقی لوگ پریشان ہے

علامہ ٹسڈل لکھتا ہے قرآن کی اس مضمون "وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا" کی وجہ سے متقی لوگوں کو سخت تکلیف اور پریشانی لاحق ہوتی ہے۔[61]

مولانا امین احمد اصلاحی اس شبہ کے جواب میں لکھتے ہیں "اس آیت میں "ورود" دخول" کے معنی میں نہیں ہے یعنی دوزخ میں داخل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ اس کے اوپر پل صراط سے گزرنا مراد ہے جیسے سورۃ یوسف میں ہے:

"وَجَآءَتۡ سَيَّارَةٌ فَأَرۡسَلُواْ وَارِدَهُمۡ"[62]

کہ قافلے والوں کا ایک آدمی کنویں پر وارد ہوا یعنی وہاں پہنچا نہ کہ کنویں میں داخل ہوا۔

اس آیت کریمہ کا تعلق صرف ان مجرموں سے ہے جس کا ذکر آیت نمبر 66 سے چلا آرہا ہے پہلے بات غائب کے صیغے میں کہی گئی اور ان آیات میں یہ بات ان کو مخاطب کر کے ارشاد ہوئی، ان دونوں اسلوبوں کے الگ الگ فائدے ہیں، جس طرح غائب کا انداز عدم التفات (نظر انداز کرنے) پر دال ہوتا ہے اسی طرح خطاب کا اسلوب شدت عتاب پر دال ہوتا ہے، صرف ان مجرموں سے کہا گیا اب تم میں سے ہر ایک کو بلا استثناء جہنم میں اترنا ہیں اور ساتھ ہی حضور ﷺ کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ یہ امر بالکل قطعی اور فیصل شدہ ہے۔ اس کو تمہارے رب نے اپنے اوپر بالکل لازم ٹھہرا لیا ہے ایک دن اپنی دشمنوں کا انجام تم اپنی آنکھ سے دیکھ لوگے "[63]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے۔[64]

عیسائیوں کو تو قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے خوف اور پریشانی لاحق ہے لیکن انجیل میں جو درزخ میں جانے والی آیات ہے ان سے ان کو پریشانی لاحق کیوں نہیں ہوتی؟

انجیل مرقس میں ہے "ہر شخص آگ سے نمکین کیا جائے گا"[65]

انجیل متی میں ہے "دوسرے کو احمق کہنے والا بھی دوزخ میں جائے گا"[66]

پطرس نے لکھا ہے "خود مسیح بھی دوزخ میں تشریف لے گئے"[67]

کنواری مریم کا قصہ: ڈاکٹر ٹسڈل لکھتے ہیں کہ:

قرآن واحادیث میں مریم کی جو تاریخ بیان کی گئی ہے وہ سب کے سب عیسائیوں کی مشکوک الصحت اناجیل اور اسی قسم کی دوسری کتابوں سے لی گئی ہے اس قصے میں محمد ﷺ نے ایک اور بات بھی داخل کر دی کہ محمد کے نزدیک یسوع کی ماں "میری" یا "ماریہ" وہی مریم تھی جو موسیٰ اور ہارون کی بہن تھی اور یہ بات سورۃ عمران سے مزید واضح ہو جاتی ہے جہاں "میری" کو بنت عمران کہا گیا ہے۔[68]

قرآن مجید کی آیت یااخت ہارون کے بارے میں مسیحی نظریہ کا تحقیقی جائزہ:

مسیحیوں کا یہ کہنا کہ قرآن مجید نے مریم علیہ السلام کی والدہ کو ہارون علیہ السلام کی بہن ذکر کرنا قرآن مجید کی غلطی ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے:

"وَمَرۡيَمَ ٱبۡنَتَ عِمۡرَٰنَ ٱلَّتِيٓ أَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِۦ وَكَانَتۡ مِنَ ٱلۡقَٰنِتِينَ"[69]

"اور عمران کی بیٹی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اس کے اندر سے اپنی طرف سے روح پھونک دی تھی، اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی تھی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔

"يَٰٓأُخۡتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمۡرَأَ سَوۡءٖ وَمَا كَانَتۡ أُمُّكِ بَغِيّٗا"[70]

"اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی"

ان دو آیات سے استدلال کرتے ہوئے مسیحی کہتے ہے کہ قرآن مجید نے غلطی کی ہے۔

اس شبہے کو سمجھنے کے لئے دو اہم پہلوں ہیں:

ابن اور بنت کا استعمال بائبل میں

ابن اور بنت کا استعمال قرآن میں

ابن اور بنت کا استعمال بائبل میں

ان نسبتی آیات کا استعمال بائبل میں دو مرتبہ ہوا ہے ان میں سے پہلی آیت انجیل متی میں مذکور ہے۔

"یسوع ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نام"[71]

مسیحی عقائد اور تصورات کے مطابق مسیحؑ نہ تو داوٗدؑ کے بیٹے ہے اور نہ ہی داؤد علیہ السلام حضرت ابراہیم کے فرزند ہے۔

دوسری آیت انجیل متی میں مذکور ہے"وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے روح القدس کی قدرت سے ہے"[72]

مسیحی تصورات کے مطابق یوسف بی بی مریم علیہا السلام کے منگیتر تھے اور یوسف داؤد کا فرزند نہیں تھا تو ان دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بائبل میں بھی نسبتی الفاظ مجازی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

ابن اور بنت کا استعمال قرآن مجید میں:

"يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ"[73]

"اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھا دے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنا دیا ہے"

قرآن مجید کی اس آیت میں بنی کا لفظ بیٹوں کے لیے استعمال ہوا ہے اور یہاں اس آیت کے مخاطبین براہ راست آدم کے بیٹے نہیں ہے بلکہ مجازی طور پر نسبت کی گئی ہے:

"يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ"[74]

"اے یعقوب کی اولاد! میرا احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں فضیلت عطا فرمائی"

اس آیت میں خطاب یہود مدینہ کو کیا گیا ہے حالانکہ وہ براہ راست یعقوب کے بیٹے نہیں ہے اور یہاں پر بھی خطاب نسبتی ہے۔

اس وقت کے معترضین نے بی بی مریم علیہا السلام پر اعتراض کیا یعنی اسم ذات کے ساتھ اسم نسبت سے ان کو خطاب کیا تو قرآن مجید نے اس منظر کو من و عن ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں یعنی بی بی مریم علیہا السلام کا ذکر" یا اخت ھارون"کے ساتھ تمثیلی ہے۔ اس کے بارے میں سلیمان اے مرد لکھتے ہیں:

"The references to both Amram and Aaron must, then, be taken allegorically. This leads me to argue that Amram of sura Al 'Imran (the verse in question is 3:33: God exalted Adam and Noah,

Abraham's descendants and the descendants of 'Imran above the nations) is the biblical Amram, father of Moses, Aaron, and Miriam, and the ancestor of Mary the mother of Jesus. Moreover, the reference to Mary's mother as Amram's wife is a reference to biblical Amram in the sense that Mary's mother was married to a descendant of his "[75]

"عمرام اور ہارون دونوں کے حوالہ جات کو پھر تمثیلی طور پر لیا جانا چاہیے۔ یہ مجھے سورہ آل عمران کے امرام کی طرف لے جاتا ہے جناب یسوع علیہ السلام کی والدہ کو ہارون کی بہن اس لیے کہا گیا ہے مریم علیہ السلام کی والدہ کی شادی ہارون علیہ السلام کے نسل سے ہوئی تھی"

تو مذکورہ شواہد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے "یا اخت ھارون" کا استعمال مجازی طور پر کیا ہے حقیقی طور پر نہیں اور قرآن مجید کا مریم علیہ السلام کو براہ راست ہارون علیہ السلام کی بہن ثابت کرنا مقصود نہیں ہے۔

نتائج البحث:

1. علامہ ٹسڈل نے اپنی کتاب مآخذ القرآن میں زیادہ تر ضعیف روایات، قصص الانبیاء اور عرایس المجالس جیسی کتب سے روایات پیش کی ہے۔
2. عہد نبوی ﷺ میں بذریعہ حفظ اور بذریعہ کتابت قرآن مجید کی حفاظت کی گئی تھی۔
3. قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کو "ترتیب توقیفی" کہا جاتا ہے اور یہ وہی ترتیب ہے جس کے مطابق آپ ﷺ اور صحابہ کرام تلاوت کرتے اور قرآن لکھا کرتے تھے۔ عہد صدیقی میں تدوین قرآن کا مقصد ایک مستند نسخہ تیار کرنا تھا جو حکومت کی نگرانی میں لکھا جائے اور بلاد امصار میں رائج کر دیا جائے۔
4. قرآن مجید بائبل اور رویات یہود سے ماخوذ نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی تصنیف ہے بلکہ وحی خداوندی ہے اور اسی ہدایت ربانی کا تسلسل ہے جس کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی۔
5. اہل عرب کو آپ ﷺ نے ایسے توحید سے روشناس کرایا جس میں تمام فرضی خداؤں سے نجات ہے اور جس کو اپنانے سے انسان کو آزادی، عزت نفس اور بے خوفی عطا ہوتی ہے اور جس میں آخرت میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہونے کا تصور ہے۔
6. جس حدیث میں قصہ غرانیق کا ذکر ہوا ہے اس کی سند یں ضعیف ہے۔
7. قرآن مجید میں "یا اخت ھارون" کا لفظ مجازی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے حقیقی معنیٰ میں نہیں اس لئے کہ مریم علیھا السلام ہارون کی بہن نہیں تھی، اور یہ اصطلاحات بائبل میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1:Tisdall, W.S.C. (1895). *The Religion of the Crescent, or Islâm: Its Strength, Its Weakness, Its Origin, Its Influence. Non-Christian Religious Systems (p. 177). London: Society for Promoting Christian Knowledge.*

2: https://en.wikipedia.org/wiki/William_St._Clair_Tisdall(acsess date:7-6-2022,time:12:25pm

[3] : ٹسڈل، ڈاکٹر، ماخذ القرآن، نارٹ اسٹریٹ نیو یارک، اردو ترجمہ، 1905، ص:82

Dr. Tisdull, Ma,khadh Al Qurān, North Street New York, Urdu Tarjamah, 1905ac), P:82

[4] : مآخذ القرآن، ص:60

Ma,khadh Al Qurān, P:60

[5] : : مآخذ القرآن، ص:91

Ma,khadh Al Qurān, P:91

[6] : مآخذ القرآن، ص6

Ma,khadh Al Qurān, P: 6

[7] : الحجر، الآیہ:9

Al Ḥijr, Al Āyah: 9

[8] : طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، ناشر، موسسۃ الرسالہ، طبع اولی، 1420ھ، ج،17، ص:68

Ṭibarī, Muḥmmad bin Jarīr, Jāmi' al Bayān Fī Ta'wīl al Qurān, (Nāshir: Mo'assasah al Risālah, 1420ah), Vol:17, P:68

[9] : القیامہ، الآیہ:17

Al Qiyāmah, Al Āyah: 17

[10] : الاعلیٰ، الآیہ:6

Al A'lā, Al Āyah: 6

[11] : جامع البیان فی تاویل القرآن، ج،24، ص: 371

Jāmi' al Bayān Fī Ta'wīl al Qurān, Vol:24, P:371

[12] : بخاری،، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ، 1422، حدیث نمبر، 4998

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al Bukhārī, (Nāshir: Dār Ṭūq al Najāt, 1422ah), Ḥadīth No: 4998

[13] : صحیح البخاری، حدیث نمبر، 5003

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth No: 5003

[14] : صحیح البخاری، حدیث نمبر، 4999

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth No: 4999

[15] : صحیح البخاری، حدیث نمبر، 5003

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Ḥadīth No: 5003

[16] : ابن حجر عسقلانی، محمد بن علی، فتح الباری، ناشر، دار المعرفہ، بیروت، طابع، 1379، ص:18، ج:9

Ibn Ḥajar 'Asqalānī, Aḥmad bin 'Alī, Fatḥ al Bārī, (Nāshir: Dār al Ma'rifah, Beirūt, 1379ah), Vol:9, P:18

[17] عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، ناشر، ادارۃ الطباعیۃ المنیریہ، دمشق، ج،20، ص: 17
'Aynī, Bad al Dīn, 'Umdatul Qārī, (Nāshir: Idārah al Ṭaba'iyyah al Muniriyyah, Dimashq, Vol:20, P:17

[18]: ہیثمی، نورالدین، مجمع الزوائد، ناشر، دارالکتاب العربی، بیروت، 1967، ج:1، ص: 152
Haythamī, Nūr al Dīn, Majma' al Zawāuid, (Nāshir: Dār al Kitāb al 'Arabī, Beirūt, 1967ac), Vol:1, P:152

[19]: دارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر، طابع، مدینہ منورہ، ج،1، ص:123
Dār Quṭnī, Abū al Ḥsan 'Alī bin 'Umar, (Nāshir: Madīnah Munawwarah), Vol:1, P:123

[20]: صحیح بخاری، ج،1، ص: 419

Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Vol:1, P:419

[21]: فتح الباری، ج9، ص:10

Fatḥ al Bārī, Vol:9, P:10

[22]: فتح الباری، ج9، ص:10

Fatḥ al Bārī, Vol:9, P:10

[23]: سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج،ا، ص55
Sayūtī, Jalāl al Dīn, Al Itqān fi Ulūm al Qurān, Vol:1, P;55

[24]: الاتقان فی علوم القرآن، ج،1، ص55

Al Itqān fi Ulūm al Qurān, Vol:1, P:55

[25]: ایضا

Ibid

[26]: بحوالہ الاتقان فی علام القرآن، ج،1ص: 55
With reference: Al Itqān fi Ulūm al Qurān, Vol:1, P:55

[27]: بحوالہ الاتقان فی علام القرآن، ج،1ص: 62
With reference: Al Itqān fi Ulūm al Qurān, Vol:1, P:55

[28]: مآخذ القرآن، ص: 12

Ma,khadh Al Qurān, P: 12

[29]: العنکبوت، الآیہ: 29

Al 'Ankabūt, Al Āyah: 29

[30]: محلّی، جلال الدین، سیوطی، جلال الدین، تفسیر جلالین، ناشر، دارالحدیث قاہرہ، ج،1، ص:527
Sayūtī, Jalāl al Dīn, Muḥallī, Jalāl al Dīn, Tafsīr Jalālayn, (Nāshir: Dār al Ḥadīth, Cairo), Vol:1, P:527

[31]: البقرہ، الآیہ:23-24

Al Baqarah, Al Āyah: 23-24

[32]: جامع البیان فی تاویل القرآن، ج،1، ص:374

Jāmi' al Bayān Fī Ta'wīl al Qurān, Vol:1, P:374

[33] :سامی عامر، ھل القرآن مقتبس من کتب الیھود والنصاری، ناشر، رواسخ، الکویت، الطبعہ، 2018، ص: 302

Sāmī 'Āmir, Hal al Qurān Muqtabas Min Kutub al Yahūd wal Naṣārā, (Nāshir: Rawāsikh, Al kuwait, 2018ac), P:302

[34] :عثمانی، مفتی، تقی، علوم القرآن، ناشر، مکتبہ دار العلوم، کراچی، 1415ھ، ص:249،250

'Uthmānī, Muftī, Taqī, 'Ulūm al Qurān, (Nāshir: Maktabah Dār al 'Ulūm Karchi, 1415ah), PP:249,250

[35] :علوم القرآن، ص: 272-274

'Ulūm al Qurān, PP:272-274

[36] :مغربی، یحیٰ بن عباس، بذل المجھود فی إفحام الیھود، ناشر، دار القلم، دمشق، الطبعۃ الاولی، 1410ھ، ج،1، ص:153

Maghribī, Yaḥyā bin 'Abbās, Badhl al Majhūd Fī Ifḥām al Yahūd, (Nāshir: Dār al Qalam, 1410ah), Vol:1, P:153

[37] :البقرہ، الآیہ: 38

Al Baqarah, Al Āyah: 38

[38] :النساء، الآیہ: 163

Al Nisā,, Al Āyah: 163

[39] :مورس بوکائے، قرآن، بائبل اور سائنس، عربی ترجمہ مطبوعہ دار المعارف، مصر، 1977، ص:144-148

Muris Bukay, Qurān, The Bible and Science, 'Arabbī Tarjamah, (Nāshir: Maṭbū'ah Dār al Ma'ārif, Egypt, 1977ac), PP:144-148

[40] : مآخذ القرآن، ص19-21

Ma,khadh Al Qurān, PP:19-21

[41] :جیلانی، عبدالقادر، ڈاکٹر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، طابع، بیت الحکمت، 2005، ص: 221

Jīlānī, Dr, 'Abd al Qādir, Islām, Peghambar Islām Awar Mustashriqīn Maghrib kā Andāz Fikr, (Nāshir: Bayt al Ḥikmat, 2005ac), P:221

[42] :مولانا عبدالحق حقانی، مقدمہ تفسیر حقانی، طابع، 2009، الفیصل، ناشران وتاجران کتب، لاہور، ص: 109

Mawlānā 'Abd al Ḥaq Ḥaqqānī, Muqaddimah Tafsīr Ḥaqqānī, (Nāshir: Nāshirā wa Tājirān Kutub, Lahure, P:109

[43] : ق، الآیہ: 15

Qāf, Al Āyah: 15

[44] : الجاثیہ، الآیہ:24

Al Jāthiyah, Al Āyah: 24

[45] :الزمر، الآیہ:3

Al Zumar, Al Āyah: 3

[46] :الانعام، الآیہ:138

Al An'ām, Al Āyah: 138

[47] :مقدمہ تفسیر حقانی، ص110

Muqaddimah Tafsīr Ḥaqqānī, P:110

[48]: الزخرف، الآیہ: 19

Al Zukhuf, Al Āyah: 19

[49]: التوبہ، الآیہ: 30

Al Tawbah, Al Āyah: 30

[50]: الاخلاص، الآیہ: 1-4

Al Ikhlāṣ, Al Āyah: 1-4

[51]: جیلانی، عبدالقادر، ڈاکٹر، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر ص: 222

Jīlānī, Dr, 'Abd al Qādir, Islām, Peghambar Islām Awar Mustashriqīn Maghrib kā Andāz Fikr, (Nāshir: Bayt al Ḥikmat, 2005ac), P:222

[52]:*Armstrong, Karen, Muahammad: Prophet for our Time, Harper CollinsPublisher, London, 2006, pp.70-71*

[53]: قسطلانی، احمد بن محمد بن ابو بکر، المواھب الدنیہ، ناشر، المکتب الاسلامی، طابع، 1991، ج1، ص: 148-149

Qusṭulānī, Aḥmad bin Muḥmmad Abū Bakr, Al Mawāhib al Daniyyah, (Nāshir: al Maktab al Islāmī, 1991ac), co1, PP:148,149

[54]: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث نمبر، 4763

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth No: 4763

[55]: سر سید احمد خان، خطبات احمدیہ، ناشر، ادارہ دعوۃ الفرقان، لاہور، ص: 250

Sar Sayyad Aḥmad Khān, Khuṭbāt Aḥmadiyyah, (Nāshir: Idārah Da'wah al Furqān, Lahure, P:250

[56]: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، المشہور، تفسیر ابن کثیر، ناشر، دار طیبہ للنشر والتوزیع، 1999، ج3، ص: 229

Ibn Kathīr, Tafsīr al Qurān al 'Aẓīm, (Nāshir: Dār Ṭayyibah lil Nashr wal Tawzī', 1999ac), Vol:3, P:229

[57]: قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ناشر، دار الفیحاء، عمان، 1407ھ، ج2، ص: 298

Qāḍī 'Ayāḍ, Al Shifā, bi Ta'rīf Ḥuqūq al Muṣṭafā, (Nāshir: Dār al Fayḥā, Uman, 1407ah), Vol:2, P:298

[58]: صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن وسننھا، باب سجدۃ النجم، حدیث نمبر، 1070

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth No: 1070

[59]: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب فاسجدو للہ واعبدو، حدیث نمبر، 4763

Ṣaḥīḥ Bukhārī, Ḥadīth No: 4763

[60]: فقہ السیرۃ: ص: 119

Fiqh al Sīrah, P:119

[61]: مآخذ القرآن، ص: 86

Ma,khadh Al Qurān, P:86

[62]: یوسف، الآیہ:19

Yūsuf, Al Āyah: 19

[63]: اصلاحی، امین احمد، مولانا، تدبر قرآن، ناشر، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009، ج،4، ص:678

Iṣlāḥī, Amīn Aḥmad, Mawlānā, Tadabbur Qurān, (Nāshir: Fārā foundation, Lahure, 2009ac), Vol:4, P:678

[64]: تفسیر قرطبی، اردو، ج،6، ص:132

Tafsīr Qurṭabī, Urdu, Vol:6, P:132

[65]: انجیل مرقس، 49:9

Injīl Muraqqas, 9:49

[66]: انجیل متی، 22:5

Injīl Matā, 5:22

[67]: پطرس، 20:3

Paṭras, 3:20

[68]: مآخذ القرآن، ص: 70-73

Ma,khadh Al Qurān, P: 70-73

[69]: التحریم، الآیہ:12

AL Taḥrīm, Al Āyah: 12

[70]: مریم، الآیہ:28

Maryam, Al Āyah: 28

[71]: انجیل متی، 1:1

Injīl Matā, 1:1

[72]: انجیل متی، 1:20

Injīl Matā, 1:20

[73]: الاعراف، الآیہ:27

Al A´rāf, Al Āyah: 27

[74]: البقرہ، الآیہ:122

Al Baqarah, Al Āyah: 122

[75]**:** *Suleiman A. Mourad, "Mary in the Qur'an: A Reexamination of Her Presentation," in the Qur'an and Its Historical Context, ed. Gabriel Said Reynolds (New York: Routledge, 2008), 166.*